مغضوب اور ضآلین کی دعاؤں میں بڑے سبق ہیں۔

ایٹمی جنگ کی خبر اور اسلام کے غلبہ کی خوشخبری

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۱۹؍ جولائی ۱۹۹۱ء بمقام بیت الفضل لندن)

تشہد و تعوذ اور سورۂ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے فرمایا:۔

سورۃ فاتحہ کے مضامین پر خطبات کا جو سلسلہ چل رہا ہے اس میں سے غالباً آج کا یہ خطبہ آخری ہوگا کیونکہ اب ہم الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کے ذکر میں داخل ہو چکے ہیں اور اس ذکر سے انشاء اللہ آج نکل کر پھر نماز کی بقیہ دعاؤں اور حمد و ثنا سے متعلق میں کچھ بات کروں گا وہ دعائیں جو قرآن کریم نے الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ کی دعاؤں کے طور پر محفوظ کی ہیں ان میں ہمارے لئے بہت بڑے سبق ہیں۔ کچھ دعاؤں کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے آج سورۂ مومنون کی آیات ۱۰۴ تا ۱۰۹ سے مضمون شروع کرتے ہیں۔ دعا تو ان میں سے ۱۰۷ اور ۱۰۸ آیات پر مشتمل ہے لیکن یہ آیات اس دعا کے تعلق میں ہیں اس لئے یہ ساری آیات درج کردی گئی ہیں دعا یہ ہے کہ قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ (المومنون:۱۰۷) وہ خدا سے یہ عرض کریں گے کہ اے ہمارے رب! غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا ہم پر ہماری بدنصیبی نے غلبہ پالیا تھا۔ وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ اور ہم گمراہ قوم بن چکے تھے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْهَا فَاِنْ عُدْنَا فَاِنَّا ظٰلِمُوْنَ (المومنون:۱۰۸) اے ہمارے رب ہمیں اس جہنم کی حالت سے نکال دے پھر اگر ہم دوبارہ وہی حرکتیں کریں تو پھر یقیناً ہم ظالموں میں سے ہوں گے۔ قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ (المومنون:۱۰۹)

اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم اس میں دور ہٹ جاؤ اور مجھ سے کلام نہ کرو۔

جتنی بھی دعائیں محفوظ کی گئی ہیں ان میں سے غالباً یہ اپنے مضمون کے لحاظ سے سب سے زیادہ دردناک دعا ہے کیونکہ اس سے پہلے یہ ذکر تو ملتا ہے کہ خدا نے دعا کی اجازت دی اور لوگ دعا کرتے رہے اور پکارتے رہے لیکن دعا رد ہوتی رہی لیکن یہ ایک ایسی دعا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مجھ سے کلام نہ کرو اور اپنی اس حالت میں اور دور تک پیچھے ہٹ جاؤ۔

اس مضمون کا ان کے اس اقرار سے تعلق ہے قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا انہوں نے کہا کہ اے خدا اس دنیا میں بدنصیبی ہم پر غالب آ گئی تھی اور بدنصیبی کے غلبے کی یہ تفسیر ہے کہ سب سے زیادہ بدنصیب وہ قوم ہوا کرتی ہے جو خدا سے اس طرح تعلق توڑ لے کہ اس کو پکارنا اور دعا میں اس کو یاد رکھنا ہی بھول جائے گویا خدا کا کوئی وجود ہی نہیں رہا۔ پس در حقیقت خدا کے جواب نے غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا کی تفسیر فرما دی ہے اور ہمیں یہ سمجھایا ہے کہ دنیا میں سب بدنصیبوں سے بڑھ کر بدنصیبی کیا ہوا کرتی ہے۔ دنیا میں ایسی قومیں بھی ہیں جن پر مصیبتوں کے وقت بھی آتے ہیں تب بھی وہ خدا کو نہیں پکارتے اور بہت سے ایسے لوگ ہیں جو مصیبتوں کے وقت خدا کو یاد کرنے لگ جاتے ہیں۔ ان کا ذکر خدا تعالیٰ نے مختلف جگہوں پر فرمایا اور ساتھ یہ بھی فرمایا کہ یہ جانتے ہوئے بھی کہ وہ دوبارہ اس پہلی حالت کو لوٹ جائیں گے پھر بھی ہم بعض دفعہ ان کی دعائیں سنتے رہے کیونکہ ان کو دعا کی طرف توجہ تھی، یہ خیال تو آتا تھا کہ ہمارا ایک رب ہے اس کی طرف ہمیں جھکنا چاہئے اور اس سے مدد مانگنی چاہئے لیکن وہ بدنصیب جن پر بدنصیبی غلبہ پا جائے وہ دعا کے مضمون کو ہی بھول جاتے ہیں۔ اس پہلو سے آج کی دنیا پر اگر آپ نظر ڈالیں تو یقیناً انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ وَالْعَصْرِ ۝ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ کہ زمانے کی قسم زمانہ بہت بڑے گھاٹے میں جا رہا ہے کیونکہ آج دنیا کی بھاری اکثریت وہ ہے جو دعا کا مضمون ہی بھلا چکی ہے۔ جتنی دعا جماعت احمدیہ میں کی جاتی ہے اور جتنا دعا کا ذکر جماعت احمدیہ میں چلتا ہے بعض ایسے بڑے بڑے خطے ہیں جہاں ساری آبادی مل کر بھی ساری زندگیوں میں دعا کا اتنا ذکر نہیں کرتی جتنا جماعت احمدیہ ایک سال بلکہ ایک مہینہ میں کرتی ہے بلکہ جماعت احمدیہ کی دعاؤں کے بعض دن بعض براعظموں کی دعاؤں پر غالب آ جاتے ہیں۔

پس دعا ہی حقیقت میں روحانی زندگی ہے اور جو قوم دعا کے ذریعہ خدا تعالیٰ سے تعلق کاٹ لیتی ہے اس کا کچھ بھی باقی نہیں رہتا پس دعائیں نامقبول بھی ہوں تب بھی دعا میں لگے رہنا چاہئے کیونکہ ایک وسیلہ تو ہے ایک واسطہ تو ہے خدا سے جس سے زندگی کی رمق قائم رہتی ہے اور ایک امید باقی رہتی ہے پس ایسی دعائیں بھی جو نامقبول ہوں اور نامقبول رہیں بسا اوقات ان کو بھی بالآخر پھل لگ جاتے ہیں۔اس دعا سے جو ایک بدنصیب قوم کی بددعا ہے اس سے ہم نے یہ راز سمجھ لیا کہ سب سے اہم چیز خدا سے دعا کا تعلق قائم رکھنا ہے خواہ وہ قبول ہو یا نہ ہو۔

پس وہ لوگ جو بسا اوقات اپنی اس تشویش کا اظہار کرتے ہیں کہ ہم دعائیں تو کرتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتیں۔ہم نمازیں تو پڑھتے ہیں مگر مزہ نہیں آتا کیوں نہ چھوڑ دیں ان کے لئے اس آیت میں بہت ہی بڑا انذار ہے اگر اس دنیا میں چھوڑ دو گے تو آئندہ تمہیں بھی یہی جواب ملے گا قَالَ اخْسَـُٔوْا فِيْهَا وَلَا تُكَلِّمُوْنِ پہلے بھی تم نے مجھ سے رابطہ توڑ لیا تھا تم مجھ سے کلام نہیں کیا کرتے تھے اب میری باری ہے میں تم سے یہ کہتا ہوں کہ آج میں تم سے کلام نہیں کروں گا۔دعا کے مضمون میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ بعض دفعہ بظاہر دعا قبول نہیں ہوتی لیکن متقی کی ہر دعا ضرور قبول ہوتی ہے فرمایا **بسا اوقات وہ دعا اس طرح قبول ہوتی ہے کہ انسان کو اس وقت معلوم نہیں ہوتا لیکن بعد میں اس کو علم دیا جاتا ہے کہ کس رنگ میں تمہاری دعا قبول ہوئی۔**

یہ مضمون ایک گہرا مضمون ہے،اس کے ذکر کے بغیر میں آگے چلتا ہوں کیونکہ میری خواہش ہے کہ آج ہی الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ اور الضَّآلِّيْنَ کی دعاؤں کے اس مضمون کو ختم کردوں۔

اسلامی لٹریچر میں ایک ایسی دعا کا ذکر ملتا ہے یا ایسے دعا کرنے والے کا ذکر اسلامی لٹریچر میں ملتا ہے جو ایک لمبے عرصہ تک دعائیں کرتا رہا اور دعائیں نامقبول ہوتی رہیں اور نامقبول ہونے کی اطلاع اس کو دی جاتی رہی لیکن پھر بھی وہ تھکا نہیں۔بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بزرگ کوئی خاص دعا کیا کرتے تھے اور ان کے بہت سے مرید تھے کیونکہ وہ بہت ہی تقویٰ شعار انسان تھے اور دور دور تک ان کی نیکی کی شہرت پھیل چکی تھی۔بہت سے مرید آتے تھے اور کچھ عرصہ صحبت پا کر چلے جایا کرتے تھے لیکن ایک ایسا مرید تھا جس نے کبھی ان کا دامن نہیں چھوڑا۔اس کے متعلق آتا ہے کہ اس نے ایک دفعہ اپنے پیر سے،اس بزرگ سے کہا کہ ۱۲ سال سے میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ آپ ایک دعا روزانہ

کرتے چلے جاتے ہیں اور روزانہ آپ کو خدا تعالیٰ یہ اطلاع دیتا ہے کہ میں نے تیری یہ دعا نامقبول کر دی ہے، رد کر دی ہے اور پھر آپ رات کو اٹھتے اور پھر وہی دعا کرتے ہیں اور پھر اٹھتے ہیں اور پھر وہی دعا کرتے ہیں اور آپ کا اصرار ختم ہونے میں ہی نہیں آتا جبکہ ہر دفعہ خدا آپ کو مطلع فرما دیتا ہے کہ میں نے تیری دعا رد کر دی ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ دیکھو میں ایک بھکاری اور فقیر انسان ہوں فقیروں کا کام مانگنا ہے اور خدا مالک ہے اس کا کام ماننا یا نہ ماننا ہے وہ اپنا کام کرتا چلا جا رہا ہے میں اپنا کام کرتا رہوں گا۔ یہ بات ابھی ختم نہیں ہوئی تھی کہ اس بزرگ کو الہام ہوا کہ جا ہم نے تیری تمام عمر کی دعائیں قبول کر لی ہیں۔ **تو بعض دعاؤں کا وفا سے تعلق ہوتا ہے بندے کا کام نہیں ہے کہ خدا سے کلام کا تعلق توڑ لے یہ سب سے بڑی گستاخی ہے اگر ماں باپ بھی اپنے بچے کی کوئی بات نہ مانیں اور وہ روٹھ کر مانگنا چھوڑ دیں تو ماں باپ کو سخت تکلیف پہنچتی ہے اور وہ اسے ذاتی طور پر اپنی بے ادبی اور گستاخی سمجھتے ہیں ماں باپ کے مقابل پر بچے کا جو رشتہ ہے وہ ایک معمولی رشتہ ہے لیکن خدا کے مقابل پر بندے کا رشتہ تو بہت ہی عاجزی کا رشتہ ہے اس لئے ان باتوں کو سمجھیں اور خدا سے کلام کا تعلق توڑنے کا تصور بھی دل میں نہیں آنا چاہئے۔** پس وہ لوگ جو سمجھتے ہیں کہ ان کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں یا نمازوں میں لطف نہیں آتا ان کو یہی نصیحت ہے کہ وہ بندگی کرتے چلے جائیں یقیناً خدا تعالیٰ ان کی دعاؤں کو کسی نہ کسی رنگ میں قبول فرمائے گا اور ہرگز بعید نہیں کہ ایک وفا شعار بندے کو آخر وہی جواب ملے جو اس بزرگ کو ملا تھا کہ ہم نے تیری ساری عمر کی دعائیں قبول کر لیں۔

ایک دعا سورۃ قصص آیت ۴۹ میں بیان ہوئی ہے فرمایا:

فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْا لَوْلَآ اُوْتِيَ مِثْلَ مَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى ۭ اَوَلَمْ يَكْفُرُوْا بِمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى مِنْ قَبْلُ ۚ قَالُوْا سِحْرٰنِ تَظٰهَرَا ۣ وَقَالُوْٓا اِنَّا بِكُلٍّ كٰفِرُوْنَ

اس میں بدنصیب منکر قوموں کی نفسیات بیان ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جب ان کے پاس حق آ گیا جو ہماری طرف سے تھا تو انہوں نے کہا کیوں نہ اس شخص کو وہ کچھ دیا گیا جو کچھ موسیٰ کو دیا گیا یعنی انبیاء کے انکار کرنے والے ہمیشہ اسی قسم کے بہانے تراشتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے یہ مطالبے کرتے ہیں کہ جو اس سے پہلے دیا گیا جس رنگ میں اس سے تو نے کلام کیا، جس رنگ میں اس سے

تو نے سلوک فرمایا اگر بعینہٖ ویسا ہی کلام اس بندے سے کرے اور ویسا ہی سلوک اس بندے سے فرمائے تو پھر ہم ایمان لے آئیں گے مگر یہ پہلوں سے ملتا نہیں۔ چنانچہ ہر نبی کو ہمیشہ یہ کہہ کر رد کر دیا گیا کہ جو تجھ سے پہلے نبی نشان لائے تھے وہ نشان لا کر دکھا اور جب اس کے نشانات اس پر نازل ہوئے تو انہیں نظر انداز کر دیا گیا۔ جب بعد میں ایک نبی آیا تو اس سے بھی یہی مطالبہ ہوا کہ تجھ سے پہلے جو نبی گزرا ہے ویسا نشان دکھا۔ چنانچہ اس کا جواب دیکھئے کہ کتنا عظیم الشان جواب ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا موسیٰؑ کو اس سے پہلے تم لوگ رد نہیں کر چکے مراد یہ ہے کہ یہ ذہنیت ایسی ہے جو ہر آنے والے کو رد کرتی ہے۔ جب موسیٰؑ کے وقت میں تمہارے جیسی سرشت کے لوگ تھے تو انہوں نے بعینہٖ یہی سوال موسیٰ سے بھی تو کیا تھا کہ تیرے نشانات کو ہم نہیں مانتے۔ تجھ سے پہلے جو نشانات آئے تھے ویسے نشان لا کر دکھا اور یہ سلسلہ ہمیشہ اسی طرح سے جاری ہے۔ پس تم اس سرشت کے لوگ ہو جو قبول کر ہی نہیں سکتے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے صدق کی بعض نشانیاں ہوتی ہیں، اہل اللہ کی بعض علامتیں ہوتی ہیں وہ علامتیں تو ہمیشہ دہرائی جاتی ہیں اور ان میں کوئی فرق نہیں ہوتا وہی علامتیں ہیں جنہیں دیکھ کر سچے لوگ پہچانے جاتے ہیں لیکن اس کے علاوہ یہ کہنا کہ موسیٰؑ نے جس طرح عصا سے جھوٹے بنے ہوئے سانپوں کو دوبارہ رسی بنا دیا تھا اسی طرح کا عصا دکھا۔ یہ کہنا کہ جس طرح ہم سمجھتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے تھے اسی طرح مردے زندہ کر کے دکھا۔ یہ سارے انکار کے بہانے ہیں اور جو بھی ایسے بہانے کرے گا اللہ تعالیٰ ان بہانوں کو رد فرما دے گا۔

یہ دعا سورۂ قصص ۶۳ تا ۶۵ میں درج ہے۔ میں جب آیات کا نمبر لیتا ہوں تو اس دعا سے پہلے اور بعد کی آیات کا نمبر بھی بیچ میں دے دیتا ہوں۔ وہ پس منظر کے طور پر اور بعد میں آنے والے جواب کے طور پر لکھی گئی ہیں۔ لیکن میں صرف دعا پڑھ کر سناؤں گا فرمایا:

قَالَ الَّذِيْنَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا ۚ اَغْوَيْنٰهُمْ كَمَا غَوَيْنَا ۚ تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ ۖ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ

وہ یہ کہیں گے وہ لوگ جن پر خدا تعالیٰ کا فیصلہ صادر ہو جائے گا حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ وہ وعید جو ان کو دئے گئے تھے جس عذاب سے ڈرایا گیا تھا اس عذاب میں داخل ہونے کا وقت ان کے سامنے آجائے گا تو اس وقت وہ یہ کہیں گے رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَغْوَيْنَا اے ہمارے رب! یہ وہ

لوگ ہیں جنہیں ہم نے گمراہ کیا تھا۔

اس سے پہلے ایک ایسی دعا گزری ہے جس میں گمراہ ہونے والے لوگ خدا سے یہ عرض کرتے ہیں کہ اے خدا! یہ وہ بدبخت ہیں جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا لیکن کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو یہ اقرار کریں گے کہ ہم نے فلاں کو اور فلاں کو اور فلاں کو گمراہ کر دیا تھا کَمَا غَوَيْنَا جیسا کہ ہم خود بھی گمراہ ہو گئے تھے تَبَرَّاْنَآ اِلَيْكَ آج ہم تیری طرف اپنے گزشتہ اعمال سے الگ ہو کر لوٹتے ہیں یعنی پچھلے اعمال سے بریت کرتے ہیں تو تیری طرف آرہے ہیں مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ یہاں دراصل ایک اور مضمون شروع ہو گیا ہے۔ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ کا تعلق پھر انہی لوگوں سے ہے جن کے متعلق کہا گیا کہ ہم نے ان کو گمراہ کیا تھا اور اقرار کی وجہ بھی بیان کر دی گئی ہے۔ اس آیت کو سمجھنے کے لئے یہ آخری ٹکڑا اس کی چابی ہے کہ وہ لوگ کیوں خود کہیں گے کہ ہم نے ان کو گمراہ کیا تھا۔ لوگ تو ایسے موقع پر کہا کرتے ہیں کہ ہماری توبہ! ہم نے تو کچھ نہیں کیا لیکن عذاب کو دیکھتے ہوئے بعض لوگ یہ کیوں کہیں گے کہ ہم اقرار کرتے ہیں کہ ہم بھی گمراہ تھے اور ہم نے ان کو گمراہ کیا تھا آخر پر یہ کہا گیا ہے کہ مَا كَانُوْٓا اِيَّانَا يَعْبُدُوْنَ کہ یہ ہماری عبادت نہیں کیا کرتے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ سب سے بڑی سزا ان لوگوں کے لئے جو دنیا میں جھوٹے معبود بن جائیں اور ان کے لئے سب سے خوفناک جہنم ہے جو خدا سے ہٹا کر اپنی عبادت کی تعلیم دینے لگیں۔ یہ مضمون ایسے فرضی خداؤں کے اوپر چسپاں ہو رہا ہے جو بعض دوسرے لوگوں کے ساتھ جہنم کے سامنے پیش کئے جائیں گے جن کو ان چھوٹے لوگوں نے خدا بنا لیا تھا جن کو ان چھوٹے لوگوں نے معبود کی صفات دے دی تھیں اس لئے وہ بڑے عذاب سے ڈر کر چھوٹے گناہ کا اقرار کر رہے ہیں ورنہ کوئی اتنی بڑی بہادری نہیں ہے کہ خدا کے حضور حاضر ہو کر بڑی تعلّی سے کہیں کہ ہاں ہم گناہگار ہیں ہم نے ایسا کیا تو آیت کا آخری ٹکڑا یہ بتا رہا ہے کہ اے خدا! ہم نے خود ان کو گمراہ کیا ہے ہمیں پتا ہے ہم خود بھی تو گمراہ تھے مگر ہم نے کبھی ان کو یہ نہیں کہا کہ ہماری عبادت کرو۔ یہ ان کی جہالت ہے اور اس لحاظ سے ہم بریت کا اعلان کرتے ہیں ہمیں اس بات کی سزا نہ دینا۔ گمراہ تھے گمراہی کی سزا دے دینا۔ گمراہ کرنے کی سزا دے دینا مگر جھوٹے خدا بننے کی سزا نہ دینا کیونکہ ہم نے ان کو نہیں کہا یہ جو ہماری عبادت کرتے تھے یہ دراصل خود اپنے نفسوں کی عبادت کرتے تھے اس میں دوسرا گہرا حکمت کا راز یہ سمجھایا گیا کہ جھوٹے خداؤں کی

عبادت کرنے والے کسی اور کی عبادت نہیں کرتے بلکہ اپنے نفس کی عبادت کرتے ہیں، اپنے فرضی قصوں کی عبادت کرتے ہیں اپنے مفادات کی عبادت کرتے ہیں اور حقیقت میں ان جھوٹے خداؤں سے ان کا کوئی ذاتی تعلق نہیں ہوتا نہ کوئی مشاہدہ ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ کوئی ذاتی تعلق نہ ہو جس کو مشاہدہ نہ کیا گیا ہو حقیقت میں ان کی عبادت نہیں کی جاتی بلکہ اپنی اغراض اور اپنے نفوس کی عبادت کی جاتی ہے، اپنے توہمات کی عبادت کی جاتی ہے۔ پس اس آیت نے بہت سے فطری رازوں سے پردہ اٹھایا اور یہ سمجھایا کہ انسان جب کسی بڑے گناہ میں ملوث پایا جاتا ہے یا اس پر الزام لگتا ہے تو وہ چھوٹے گناہ کا اقرار کرتا ہے لیکن اس کا فائدہ کوئی نہیں کیونکہ فرمایا:۔

وَقِيلَ ادْعُوا شُرَكَاءَكُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا لَهُمْ وَرَأَوُا الْعَذَابَ لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ ۞ (القصص: ۶۵)

کہ قیامت کے دن ان سے یہ کہا جائے گا کہ تم ان شرکاء کو اپنی مدد کے لئے بلاؤ جن کو تم دنیا میں پکارا کرتے تھے فَلَمْ يَسْتَجِيبُوا پھر وہ ان کو بلائیں گے اور ان کو پکاریں گے۔ آوازیں دیں گے لیکن کوئی جواب نہیں پائیں گے وَرَأَوُا الْعَذَابَ اور عذاب کو دیکھیں گے لَوْ أَنَّهُمْ كَانُوا يَهْتَدُونَ کاش ایسا ہوتا کہ وہ دنیا کی زندگی میں ہی ہدایت پا چکے ہوتے۔

سورۂ سبا کی آیت بیسویں میں یہ دعا درج ہے: فَقَالُوا رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ (سبا: ۲۰) حضرت سلیمان نے جب بہت ترقی کی اور بہت عظیم الشان سلطنت قائم ہوئی اور عظیم الشان سلطنتوں میں شہری آبادیاں ہمیشہ بڑھ جایا کرتی ہیں اور نتیجۃً بعض دفعہ شہروں سے شہر مل جاتے ہیں۔ چنانچہ Civilization کی ایک یہ بھی نشانی ہے کہ جتنی بڑی Civilization ہوگی اتنا شہری آبادیاں پھیلتی چلی جائیں گی یہاں تک کہ بعض شہر دوسرے شہروں سے مل جاتے ہیں تو ایسا ہی نقشہ کھینچا گیا ہے کہ ایسی حالت میں یہود نے یہ دعا کی رَبَّنَا بَاعِدْ بَيْنَ أَسْفَارِنَا وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ فَجَعَلْنَاهُمْ أَحَادِيثَ وَمَزَّقْنَاهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ ۚ إِنَّ فِي ذَٰلِكَ لَآيَاتٍ لِكُلِّ صَبَّارٍ شَكُورٍ انہوں نے کہا اے خدا! ہمارے درمیان سفر بڑھا دے مطلب یہ تھا کہ ہماری بستیوں کے درمیان فاصلے زیادہ کر دے وَظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ اور انہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا فَجَعَلْنَاهُمْ

احادیث اور ہم نے ان کو ماضی کے قصے بنادیا وَمَزَّقْنٰهُمْ كُلَّ مُمَزَّقٍ اور ہم نے ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور گروہ در گروہ بکھیر دیا اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ان باتوں میں ہر صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ انہوں نے تو دعا کی کہ اے خدا ہمارے فاصلے بڑھا دے لیکن اس پر اتنی خطرناک سزا کا کیا مطلب تھا کہ ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا، ان کو بکھیر دیا گیا، ان سے برکتیں چھین لی گئیں اگر ایک انسان کھلی جگہ رہنا چاہے اور یہ پسند نہ کرے کہ شہر سے شہر ملے ہوں تو اس کے نتیجہ میں تو یہ سزا نہیں ملنی چاہئے۔ عام طور پر قرآنی تراجم میں یہی لکھا ہوا ہے کہ انہوں نے یہ دعا کی تھی تا کہ ہمارے رہن سہن آسان ہو جائیں ہمارے شہر ایک دوسرے سے ہٹیں کچھ کھلی ہوا میں ہم بھی دم لیں۔ شہر کی تنگیوں سے گھبرا گئے تھے اور یہ دعا کی حالانکہ یہ بات درست نہیں قرآن کریم نے اس دعا کے معاً بعد یہ فرما کر وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ اس کی بنیادی خرابی کا ذکر فرما دیا ہے۔ وہ اس لئے ایک دوسرے سے دور نہیں ہونا چاہتے تھے کہ ان کو کھلی فضا میں سانس لینے کی خواہش تھی بلکہ اس لئے کہ ان کے دل ایک دوسرے سے دور ہو چکے تھے ایک دوسرے سے نفرت کرنے لگے تھے اور وہ سوسائٹی جس میں محبت نہ رہے اس میں تو انسان یہ بھی چاہتا ہے کہ میرا ہمسایہ بھی مجھ سے دور ہٹ جائے۔ پس نفرتیں جب فاصلے بڑھانے کے مطالبے کریں تو یہ دعا ایسی ہے جس کے نتیجہ میں چین کی دوریاں نصیب نہیں ہوں گی بلکہ عذاب کی دوریاں نصیب ہوں گی۔ بعض دوریاں ایسی ہیں جیسے کھلی فضا میں دیہات سے الگ ہوتے ہیں ایک گاؤں سے سفر کر کے دوسرے گاؤں میں جائیں بڑا خوشگوار ماحول نظر آتا ہے بڑی خوشگوار فضا ہوتی ہے سبز سبز لہکتے ہوئے کھیت ہیں یہ وہ منظر نہیں ہے۔ جس کا تصور قرآن کریم پیش فرما رہا ہے۔ فرماتا ہے وَظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وہ بظاہر تو یہ دعا کرتے تھے لیکن حقیقت میں اپنی جانوں پر ظلم کر چکے تھے ایک دوسرے سے شدید نفرت کرنے لگے تھے ایک دوسرے کا قرب ان کو گوارا نہیں رہا تھا۔ اس کے جواب میں اب دیکھیں خدا تعالیٰ نے جو سلوک فرمایا وہ بعینہٖ ان کے دل کی حالت کے مطابق ہے۔ وہ پھٹے ہوئے تھے تو فرمایا اب ہم تمہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتے ہیں۔ جو دل کی اصل دعا ہے وہ قبول ہوئی ہے زبان کی دعا قبول نہیں ہوئی اور وہ قوم جو بظاہر ایک تھی ان کے چونکہ دل پھٹ چکے تھے اس لئے وہ مختلف فرقوں اور گروہوں میں

بٹ گئے اور اس کے نتیجہ میں افتراق کا عمل شروع ہو گیا۔

پس روحانی جماعتوں کو ہمیشہ یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اگر دل میں ایک دوسرے سے دوری کی تمنا پیدا ہو جائے، اگر ایک دوسرے سے محبت میں کمی آجائے۔ ایک دوسرے سے مل کر لطف اندوز ہونے کی بجائے ایک دوسرے کے قرب سے طبیعت میں وحشت پیدا ہوتی ہو تو یہاں بالآخر پھٹنے کا آغاز ہو چکا ہے اور آئندہ تفریق کی بنیاد اسی دوری کی تمنا میں ہوتی ہے اور پھر آخر کار ایسی قومیں ایک دوسرے سے جدا ہو جایا کرتی ہیں اور تفریق کا عمل ایک دفعہ جاری ہو تو پھر رکا نہیں کرتا۔ اس لئے جماعت احمدیہ کو اخوۃ بن کر رہنا ضروری ہے۔ ہمیشہ کے لئے ایک دوسرے کی محبت میں منسلک رہنا چاہئے اور جہاں بھی یہ خطرہ دیکھیں کہ احمدی کو احمدی سے دوری ہو رہی ہے وہاں ان کے دلوں میں خطرے کے الارم بج جانے چاہئیں اور یہ دعا نہیں کرنی چاہئے کہ بٰعِدْ بَیْنَ اَسْفَارِنَا بلکہ یہ دعا کرنی چاہئے جس کا پہلے ذکر گزر چکا ہے کہ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا (الحشر: ۱۱) اے ہمارے خدا ہمارے دلوں میں ٹیڑھا پن اور اپنے بھائیوں سے کجی پیدا ہو رہی ہے اب بھائیوں کے خلاف نفرتیں جنم لینے لگی ہیں پس اے خدا تو فضل فرما اور ہمارے دلوں میں اپنے مومن بھائیوں کے لئے کسی قسم کی نفرت پیدا نہ ہونے دے۔

ایک دعا سورۂ فاطر آیت ۳۸ میں سے لی گئی ہے اور وہ ہے:

وَهُمْ يَصْطَرِخُوْنَ فِيْهَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ (فاطر: ۳۸)

کہ وہ چیخ چیخ کر خدا کو پکاریں گے یعنی جب ان کو سزا دی جائے گی تو ایک شور پڑ جائے گا ایک کہرام اٹھ کھڑا ہوگا وہ کہیں گے رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا اے خدا ہمیں اس عذاب سے نکال نَعْمَلْ صَالِحًا ہم یقیناً اچھے عمل کریں گے غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ان اعمال کے سوا جو ہم کیا کرتے تھے جب کہہ دیا کہ ہم اچھے عمل کریں گے تو اس تکرار کی کیا ضرورت ہے کہ غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ یعنی وہ اعمال نہیں کریں گے جو ہم کیا کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس دنیا میں بد اعمال لوگ ہمیشہ یہی دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم اچھے عمل کر رہے ہیں چنانچہ قرآن کریم نے شروع ہی

میں ان کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا وَ اِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ (البقرہ:۱۲) کہ جب ان کو کہا جاتا ہے کہ زمین میں فساد نہ کرو تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو بڑے اچھے اچھے کام کرنے والے لوگ ہیں۔ ہم اصلاح کر رہے ہیں تو فرمایا:۔

قیامت کے دن جب سزا کا وقت آئے گا تو اس وقت وہ خوب سمجھ چکے ہوں گے کہ ہم اچھے اعمال کا نام لے کر بدیاں کیا کرتے تھے وہ خدا سے یہ نہیں کہیں گے کہ ہمیں بھیج دے ہم اچھے اعمال کریں ان کو فوراً خیال آئے گا کہ ایک قسم کے اچھے اعمال تو پہلے ہی ہم کیا کرتے تھے اسی کی تو سزا مل رہی ہے تو وہ دعا میں وضاحت کریں گے کہ اے خدا ہم اچھے اعمال کریں گے یعنی وہ اعمال نہیں کریں گے جو ہم اس سے پہلے کیا کرتے تھے۔ خدا فرماتا ہے۔ اَوَلَمْ نُعَمِّرْكُمْ ہم نے کیا تمہیں لمبی عمریں نہیں دیں اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر شخص کو اس کی توفیق کے مطابق اس دنیا میں مہلت دی جاتی ہے تب وہ پکڑا جاتا ہے اور کوئی شخص جس کو سزا ملنی مقدر ہے وہ اتنی عمر ضرور پاتا ہے جتنی عمر میں اس کی بدیوں کی پختگی ثابت ہو جائے۔ جس کے متعلق خدا تعالیٰ یہ حکم صادر فرما سکے کہ تجھے اتنی لمبی مہلت ملی تھی، اتنی اصلاح کے مواقع ملے تو اپنے بدحال پر قائم رہا راسخ رہا، مستحکم ہو گیا اس کے بعد اب تجھے یہ کہنے کا حق نہیں کہ مجھے لوٹا دے تاکہ میں نیک اعمال کروں۔ پھر فرمایا کہ ایسی عمر نہیں ملی تھی کہ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ کہ جس کے نتیجہ میں وہ شخص جو نصیحت پکڑنا چاہے وہ نصیحت پکڑ سکتا تھا یعنی انسان کو اتنی مہلت ضرور ملتی ہے کہ اسے اگر اتنی ہوش ہو کہ نصیحت پکڑ سکے تو ضرور پکڑے گا وَجَآءَكُمُ النَّذِيْرُ اور اس کے علاوہ تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آئے فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ پس اب اپنے اعمال کا مزہ چکھو کیونکہ ظالموں کے لئے کوئی مددگار نہیں۔

سورۂ ص میں ۱۷ویں آیت ہے: وَقَالُوْا رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ یہ مرنے کے بعد کی نہیں بلکہ اس دنیا کی زندگی کی دعا ہے بعض ایسے لوگ تھے جو یہ دعا کیا کرتے تھے کہ رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ کہ اے خدا! ہمیں یوم حساب سے پہلے ہی جو کچھ چکھانا ہے یہاں چکھا دے۔

اس دعا کے دو مطلب ہیں۔ ایک تو یہ معنی ہو سکتا ہے کہ اے خدا! اس دنیا میں جو کچھ ہمیں دینا ہے دے دے ہمیں آخرت کی کوئی پرواہ نہیں۔ یعنی ایک قسم کا تمسخر ہے جو وہ دعائیں کرتے ہیں وہ

یہ کہتے ہیں قیامت کے دن جو ہوگا دیکھا جائے گا۔ اپنے مومنوں کو دے دینا جو کچھ دینا ہے ہمیں تو اس دنیا میں جو کچھ میسر آتا ہے وہ دے دے تا کہ ہمارا حساب یہیں صاف ہو جائے۔ قیامت میں ہمیں کچھ نہیں چاہئے یہ دعا وہی کر سکتا ہے جس کو قیامت کا یقین نہ ہو۔ جس کو اعتماد ہی نہ ہو کہ مرنے کے بعد کی کوئی زندگی ہے اور کوئی جزا سزا ہے اس لئے یہ دعا ان معنوں میں تمسخر کا رنگ رکھتی ہے اور یہی دعا بغاوت کا رنگ بھی اختیار کر جاتی ہے۔ جبکہ بعض ظالم لوگ خدا سے یا خدا والوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ جس عذاب کی تم باتیں کرتے ہو کہ مرنے کے بعد آئے گا مرنے کے بعد وہ عذاب کس نے دیکھنا ہے۔ اب لاؤ وہ عذاب اگر اب کچھ دکھا سکتے ہو تو لا کر دکھا دو۔ چنانچہ ابو جہل کی جس دعا کا اس سے پہلے ذکر گزرا ہے وہ بھی اسی مضمون کی دعا تھی تو یہ دونوں طریق نہایت ہی خطرناک اور مہلک ہیں انسان پر قرآن کریم کی دعاؤں کے مطالعہ سے ایک بات خوب کھل جاتی ہے۔ کہ جہاں الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡهِمۡ کی دعائیں ہیں وہاں ان کی دعاؤں کی عاجزی ان کی دعاؤں کی قبولیت میں مددگار ثابت نہیں ہوتی بلکہ بڑی عاجزی سے بھی جب وہ دعائیں کرتے ہیں تب بھی وہ نامراد دعائیں ہوتی ہیں، نامقبول دعائیں ہوتی ہیں۔ تعجب کی بات یہ ہے کہ جب وہ دعا میں باغیانہ رویہ اختیار کرتے ہیں اور چیلنج کرتے ہیں تو اس وقت ان کی وہ دعا قبول ہو جاتی ہے مومنوں کے ساتھ تو برعکس اصول ہے مومن جتنا عاجزی اختیار کرتا ہے اتنی ہی اس کی دعا قبول ہوتی ہے اور جہاں اس کے ذہن میں کوئی باغیانہ تصور سائے کی طرح بھی آئے وہاں اس کی دعا رد ہو جاتی ہے۔ چنانچہ دیکھیں سب سے خوفناک باغیانہ دعا شیطان نے کی تھی اور خدا نے ساری کی ساری دعا قبول کر لی اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں خدا کی عظمت اور جبروت کو چیلنج ہے اور چیلنج اگر قبول نہ ہو تو اس میں سبکی ہوتی ہے اور انسان یہ سمجھ سکتا ہے کہ ہم نے دھمکی بھی دی۔ ہم نے چیلنج بھی دیا اور اس کے باوجود بھی قبول نہیں ہوئی کیونکہ خدا گویا نعوذ باللہ بھاگ گیا۔ پس ظالم کی دعا جب بغاوت کا رنگ اختیار کرتی ہے تو وہ مقبول ہو جایا کرتی ہے۔ ایسے بہت سے چیلنج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جب دیئے گئے تو وہ قبول ہوئے اور عاجزانہ دعائیں ان کی نامقبول ہوتی ہیں کیونکہ وہ عجز کا جو وقت ہے وہ کھو چکے ہوتے ہیں تو مومن چونکہ عاجزی اختیار کرتا ہے اور یہی اس کو زیب دیتی ہے اس لئے عجز کے ساتھ مومن کی دعاؤں کی قبولیت کا گہرا تعلق ہے۔

ایک دعا فصلت حٰم السجدہ آیت ۳۰ میں درج ہے۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا مِنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ ۝۳۰

کہ جنہوں نے کفر اختیار کیا وہ دعا کریں گے کہ رَبَّنَآ اَرِنَا الَّذَيْنِ اَضَلّٰنَا اے خدا! وہ لوگ ہمیں دکھا جنہوں نے ہمیں گمراہ کیا تھا، ان کو ہمارے سامنے لا خواہ وہ بڑے لوگوں میں سے تھے خواہ وہ چھوٹے لوگوں میں سے تھے۔ جن تھے یا انس تھے نَجْعَلْهُمَا تَحْتَ اَقْدَامِنَا آج ہم ان کو اپنے پاؤں کے نیچے کچلیں گے لِيَكُوْنَا مِنَ الْاَسْفَلِيْنَ تا کہ وہ سب سے نیچے اور ذلیل لوگ دکھائی دیں۔

مراد یہ ہے کہ اس دنیا میں جب گندے اور ظالم بڑے لوگوں کی پیروی کی جاتی ہے تو قیامت کے دن کا عذاب انسان پر یہ کھول دے گا کہ دراصل وہ ذلیل ترین لوگ تھے جن کے پیچھے تم چلا کرتے تھے اور ذلیل ترین لوگوں کے پیچھے چلنے کے نتیجہ میں تمہیں یہ عذاب ملا ہے۔ پس صرف انتقامی کارروائی کے طور پر ہی نہیں بلکہ ایک طبعی تمنا کے طور پر وہ خدا سے یہ التجا کریں گے کہ اے خدا! تو نے جو ایسے ظالموں کو ضرور ہم سے بڑھ کر عذاب دینا ہے تو ان کو ہمارے سامنے پیش کر، ہمارے پاؤں تلے وہ کچلے جائیں تا کہ ان کو پتا چلے کہ وہ اس دنیا میں کس قسم کے بڑے لوگ تھے اور حقیقت میں وہ سب سے رسوا اور سب سے ذلیل انسان تھے مگر ان کی لذتیں بھی انتقامی لذتیں ہی ہیں اور جہنم میں کوئی حقیقی خوشی اور تسکین کی بات ان کے لئے نہیں ہوگی۔

پھر سورۃ الدخان آیت ۹ تا ۱۷ میں یہ ایک دعا بتائی گئی ہے:

رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ ۝۱۳ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۝۱۴ ثُمَّ تَوَلَّوْا عَنْهُ وَقَالُوْا مُعَلَّمٌ مَّجْنُوْنٌ ۝۱۵ (الدخان: ۱۳ تا ۱۵)

یہ دعا اک ایسے زمانے سے تعلق رکھتی ہے جو ابھی آنے والا ہے۔ جو گزرا ہوا زمانہ نہیں ہے بلکہ سورۃ دخان سے یہ دعا لی گئی ہے اور اس کا مضمون یہ ہے کہ ایک ایسا وقت آئے گا جبکہ ایک خاص قسم

کا مہلک دھواں دنیا کے بڑے خطوں کو اپنی لپیٹ میں لے لے گا۔ وہ ایسا مہلک دھواں ہوگا کہ جس کے نتیجہ میں نہ انسان زندہ رہ سکے گا نہ مر سکے گا۔ انتہائی مہلک حالت ہوگی۔ انتہائی پر عذاب حالت ہوگی۔ فرمایا ایسی حالت میں کیا ہوگا۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَأْتِي السَّمَاءُ بِدُخَانٍ مُّبِينٍ ﴿١١﴾ يَّغْشَى النَّاسَ (الدخان:۱۲) اے محمد ﷺ! آج جو یہ تیری باتوں کا انکار کر رہے ہیں اور تیری پیشگوئیوں سے تمسخر کر رہے ہیں انتظار کر واس دن کا، مراد یہ ہے کہ تو اور تیری امت انتظار کرے۔ یہاں آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے آپ کے بعد آنے والے آخری زمانے تک پیدا ہونے والے مسلمانوں کو مخاطب فرما دیا گیا ہے۔ اہل اسلام کو مخاطب کیا گیا ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ بعض ایسی پیشگوئیاں ہیں جو لازماً پوری ہونے والی ہیں۔ ان میں سے ایک دھوئیں کی پیشگوئی ہے اب آپ سوچیے کہ آج سے ۱۴۰۰ برس پہلے دھوئیں کے عذاب کا کوئی تصور ہی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔ کسی انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ کوئی ایسا دھواں ہوگا جو زمین کے بڑے بڑے خطوں کو ڈھانپ لے گا اور اس کے نیچے نہایت دردناک عذاب ہے۔ یہ ایٹمی دور کی بات ہے اور ایٹمی دور سے پہلے کے انسان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی تھی۔ پس اس دعا میں ہمارے لئے قرآن کریم کی صداقت کا بھی ایک عظیم الشان نشان ہے۔ فرمایا! اے محمدؐ! ہم تجھ سے یہ کہتے ہیں کہ تو انتظار کر، ایک ایسا زمانہ لازماً آئے گا جبکہ ایک بہت بڑا دھواں دنیا کے عظیم خطوں کو ڈھانپ لے گا۔ يَّغْشَى النَّاسَ یہاں خطوں کی بجائے لوگوں کا ذکر فرمایا ہے کیونکہ دراصل وہ دھواں ظالم انسانوں کو سزا دینے کے لئے ان پر مسلط کیا جائے گا۔ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ یہ تو بہت ہی دردناک عذاب ہے۔

اب بتایئے! اس زمانے کا انسان تو درکنار، آج سے ۱۰۰ سال پہلے کا انسان بھی کیا یہ تصور کر سکتا تھا کہ کوئی ایسا دھواں دنیا پر پھیلے گا جس کے نیچے بہت ہی دردناک عذاب ہے۔ سوائے ایٹمی دھوئیں کے اور کوئی دلیل اس دھوئیں کے تصور کی موجود ہی نہیں۔ جس کو یہ علم ہو کہ ایک ایٹم بم کے نتیجہ میں بہت خوفناک قسم کے بادل اٹھیں گے اور وہ دنیا کو ڈھانکیں گے اور جہاں جائیں گے وہاں عذاب پھیلاتے چلے جائیں گے جب تک کسی کو یہ علم نہ ہو یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ پس یقیناً یہ خدا کا کلام ہے۔ عالم الغیب خدا کا کلام ہے۔ حضرت اقدس محمد مصطفی ﷺ کا کلام نہیں۔ آگے فرمایا کہ وہ اس وقت کیا دعا کریں گے۔ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ وہ یہ کہیں گے کہ اے خدا! اس

عذاب کو ہم سے ٹال دے، ہم ایمان لے آئیں گے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ جب تک یہ واقعہ نہ ہوا اسلام کی طرف بنی نوع انسان کا رجوع نہیں ہوگا کیونکہ یہ دھوئیں کا عذاب بنی نوع انسان پر اس وقت آئے گا جبکہ بنی نوع انسان اکثریت کے لحاظ سے شریر ہونگے ورنہ تو خدا کی طرف سے اتنا خوفناک عذاب نیک بندوں پر نہیں آیا کرتا۔ اگر وہ ایمان لے آتے تو اس عذاب کے آنے کا سوال ہی باقی نہ رہتا۔ پس یہ استدلال کیا جاسکتا ہے کہ اسلام کے قبول عام کے وقت سے پہلے لازماً نیوکلیئر بمز Nuclear Bombs دنیا میں چلیں گے اور دنیا کی ترقی یافتہ قومیں جو چاہیں کرلیں اس قسم کی نیوکلیئر جنگ سے ہمیشہ کے لئے بچ نہیں سکیں گی۔ بالآخر ان کی غلطیاں ضرور ان کو نیوکلیئر وارفیئر Warfare پر مجبور کردیں گی اور اس کے نتیجہ میں دو باتیں پیدا ہونگی۔ بہت ہی خوفناک زہریلے دھوئیں کے بادل دنیا پر پھیلیں گے اور انسانوں کو شدید عذاب میں اور دردناک عذاب میں مبتلا کریں گے۔ دوسری بات یہ کہ اس کے نتیجہ میں وہ ایمان لانے کی طرف متوجہ ہو جائیں گے۔ اس سے پہلے بھی ہیروشیما اور ناگاساکی میں دو بم پھٹ چکے ہیں لیکن ان کے نتیجہ میں اِنَّا مُؤْمِنُوْنَ کی آواز وہاں بلند نہیں ہوئی تھی اور نہ دنیا نے اسلام کی طرف توجہ کی۔ پس اس لئے میں قطعی طور پر یقین رکھتا ہوں کہ اس آیت کا اور اس دعا کا تعلق آئندہ زمانے سے ہے اور جب تک بنی نوع انسان کو اس قسم کی خوفناک سزا کے ذریعہ جھنجوڑا نہیں جائے گا اس وقت تک وہ اسلام کی طرف متوجہ نہیں ہوں گے۔ فرمایا: اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ (الدخان:۱۴)

اب وہ نصیحت کیسے مانگ رہے ہیں۔ کس منہ سے یہ کہتے ہیں کہ ہم نصیحت پکڑیں گے وَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ان میں ایک کھلا کھلا رسول ظاہر ہو چکا ہے۔

پس یہ اسی زمانے کے کسی رسول کی بات ہو رہی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی میں ایک ایسے رسول کا ذکر ہے جس نے ان کو تنبیہ کرنی تھی اور تنبیہ کر دی تھی اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوا گزشتہ ۱۴۰۰ سال میں ایک بھی انسان ایسا نہیں گزرا جس نے ایٹمی ہلاکت سے دنیا کو متنبہ کیا ہو۔ پس اس آیت کا تعلق احمدیت سے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات سے ہے۔ آپ تمام بزرگوں کی تاریخ کا مطالعہ کرلیں۔ ۱۴۰۰ سال میں ایک بھی بزرگ ایسا نہیں ملے گا جس نے ایٹمی ہلاکت کا تصور خدا سے علم پاکر دنیا کے سامنے پیش کیا ہو۔ یا

قرآن کریم کی اس آیت میں یہ ذکر موجود ہے یا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً بتایا کہ ایسی خوفناک جنگیں آنے والی ہیں یا ایسے خوفناک زلازل دنیا میں ظاہر ہونے والے ہیں جن کے نتیجہ میں بڑے وسیع خطہ ہائے ارض زندگی کی ہر قسم سے محروم رہ جائیں گے۔ اب یہ بات بہت ہی گہری قابل غور بات ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جبکہ الہاماً آپ کو یہ خبر دی گئی تھی اس وقت تک ایٹم بم کے تصور کا تو کیا سوال ابھی ہوائی جہاز بھی ایجاد نہیں ہوئے تھے۔ ۱۹۰۵ء میں پہلی مرتبہ وہ معمولی سا جہاز ایجاد ہوا ہے جس کا امریکہ میں تجربہ کیا گیا تھا لیکن اس کو بھی دنیا نے مذاق کے طور پر لیا تھا۔ وہ کونسی ہستی تھی جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اس بارہ میں متنبہ فرما رہی تھی کہ زمین کے علاقے کے علاقے زندگی کی ہر قسم سے محروم رہ جائیں گے۔ جو کنونیشنل وارفیئر Conventional Warfare ہے اس کے نتیجہ میں انسان ہلاک ہو سکتے ہیں، جانور ہلاک ہو سکتے ہیں مگر جراثیم تو ہلاک نہیں ہو سکتے۔ حشرات الارض تو ہلاک نہیں ہوا کرتے زندگی کی ہزاروں قسمیں ہیں جن پر دنیا کی خوفناک ترین جنگ بھی اثر انداز نہیں ہوتی سوائے اس کے کہ وہ ایٹمی جنگ ہو۔ ایٹم بم کے نتیجہ میں زمین کی گہرائی تک زمین زندگی کی ہر قسم سے عاری ہو جاتی ہے اور یہ وہی دخان مبین ہے جس کی بات ہو رہی ہے۔ پس اس لئے میں نے یہ بات کھولی کہ اس دعا کا تعلق آنے والے وقت سے ہے اور اس عذاب کے نتیجہ میں دنیا کو اسلام کی طرف توجہ پیدا ہوگی۔ پس ہم پر یہ مضمون کھل چکا ہے اس لئے ہمیں آج ان لوگوں کے لئے دعا کرنی چاہئے کیونکہ عذاب کے وقت کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی۔ جب ہم پر بات خوب روشن ہوگئی تو امن کی حالت میں اگر بے قراری سے بے چین لوگوں کے لئے دعا کی جائے تو وہ ضرور مقبول ہو جایا کرتی ہے۔ پس آج جماعت احمدیہ کو یقین کے ساتھ کہ یہ آنے والا وقت ضرور ہے اور اس وقت کو احمدیت کی دعاؤں کے سوا کوئی چیز ٹال نہیں سکتی بڑی ہمدردی اور بہت ہی گہرے فکر کے ساتھ ایسے وقت سے بنی نوع انسان کے بچنے کے لئے دعا کرنی چاہئے اور یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان کو پھر ایمان نصیب فرما دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اس کے بعد پھر انشاء اللہ تعالیٰ اسلام کے غلبہ کے دن آئیں گے۔

آخری دعا جو اس ضمن میں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں اس میں وہی مضامین ہیں جو پہلے دہرائے جا چکے ہیں، صرف ایک نتیجہ خدا نے اس کے بعد ایسا نکالا ہے جس کو ہمیشہ ہمیں پیش نظر

رکھنا چاہئے وہ دعا یہ ہے اور یہ دعا بھی ایک امکانی دعا ہے یعنی کسی قوم کا ذکر نہیں فرمایا گیا کہ وہ یہ دعا کرتی ہے بلکہ فرمایا کہ ایک ایسا وقت آ سکتا ہے جبکہ ہر انسان اس قسم کی دعا کرے۔ فرمایا۔

وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ ۙ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ ﴿۱۱﴾ (المنافقون: ۱۱)

فرمایا اس دن سے پہلے پہلے ہر اس چیز میں سے خرچ کرو جو ہم نے تمہیں عطا کی ہے۔ کون سے دن سے پہلے؟ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اس سے پہلے کہ تم سے کسی کو موت آجائے فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْلَاۤ اَخَّرْتَنِیْۤ اِلٰۤى اَجَلٍ قَرِیْبٍ پھر وہ کہے: اے خدا! کاش تو نے مجھے کچھ تھوڑی سی اور مہلت دے دی ہوتی۔ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ تو میں تیرے نشانات کی تصدیق کرتا اور صالحین میں سے نیک عمل کرنے والوں میں سے ہو جاتا۔ فرمایا: وَلَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا ؕ وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲﴾ (المنافقون: ۱۲) یاد رکھو جب کسی کی تقدیر آ جائے، جب وقت مقررہ آ جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کسی جان کو مزید مہلت نہیں دیا کرتا وَاللّٰهُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اس میں دو تین باتیں احمدیوں کے لئے قابل غور ہیں اور ان کے لئے خوشخبری بھی ہے۔ انفاق فی سبیل اللہ کا قبولیت دعا سے تعلق پیدا کیا گیا ہے فرمایا: اگر تم موت سے پہلے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کرنے والوں میں سے ہو جاؤ تو پھر تمہاری آخری دعائیں بھی قبول ہو سکتی ہیں۔ لیکن اگر تم موت سے پہلے پہلے خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا سلیقہ نہ سیکھو یا اس سے لطف اندوز ہونا نہ سیکھو تو پھر تمہاری موت کے وقت کی کوئی دعا قبول نہیں ہوگی۔ پس اس دنیا میں جماعت احمدیہ خدا کی راہ میں جو خرچ کرتی ہے، ان کے لئے بہت بڑی خوشخبری ہے اور حقیقت میں اس دنیا میں ایک ہی جماعت ہے جو اس رنگ میں پورے انہماک اور جذبے اور ولولے کے ساتھ اور ایسے ولولے کے ساتھ جس سے وہ خود لطف اندوز ہوتی ہے خدا کی راہ میں اور نیک کاموں پر خرچ کر رہی ہے۔ میرے علم میں دنیا میں اور کوئی ایسی جماعت نہیں ہے۔ پس آپ کے لئے اس میں بڑی خوشخبری ہے لیکن وہ احمدی جو احمدی ہونے کے باوجود خدا تعالیٰ کی راہ میں خرچ کی لذت سے ناآشنا ہیں ان کے لئے انذار بھی ہے کیونکہ فرمایا

کہ تم لوگ اس وقت سے پہلے پہلے خرچ کرو جبکہ تمہارے دل میں یہ خواہش پیدا ہو گی کہ اے خدا! ہمیں مہلت دے دے کہ کچھ اور نیک کام کر لیں۔ فرمایا وہ لوگ جنہوں نے نیک راہوں پر خرچ کیا ہو گا وہ مستثنیٰ ہیں ان کے اوپر یہ وقت نہیں آئے گا۔

پس اگر آپ آج کی زندگی میں جو کچھ خدا نے آپ کو صلاحیتیں عطا کی ہیں یا جو کچھ مال اور دولت دیئے ہیں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں تو آپ کو پُرامن موت کی بشارت ہے آپ کو وہ موت نصیب نہیں ہو گی جس میں حسرت کے ساتھ انسان یہ کہے گا کاش مجھے اور مہلت ملتی تو میں خدا کے لئے کچھ کر لیتا۔ پس اللہ تعالیٰ جماعت کو ہمیشہ اسی حال پر قائم رکھے اور ایسی موت نصیب فرمائے جس موت کے متعلق اللہ تعالیٰ خود رضا کی نظریں ڈال رہا ہو۔ وہ نفس مطمئنہ ہمیں عطا کرے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ خود قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ جب اس کا میری طرف لوٹ آنے کا وقت آئے گا تو میں اسے کہوں گا کہ يَاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِيٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ (الفجر: ۲۸، ۲۹) اے نفس مطمئنہ، اے میرے بندے اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ایسی حالت میں کہ تو بھی راضی ہے اور میں بھی تجھ سے راضی ہوں، دونوں راضی ہیں۔ تو راضی بھی ہے اور مرضیہ بھی ہے یعنی میری رضا کو پانے والا ہے۔ فَادْخُلِيْ فِيْ عِبٰدِيْ ۝ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ پس آ اور میرے بندوں میں داخل ہو جا۔ وَادْخُلِيْ جَنَّتِيْ اور میری جنت میں داخل ہو جا۔ یعنی وہ جنت جو خاص میرے بندوں کیلئے بنائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان لوگوں میں داخل فرمائے جن کے ایسے پیارے اور نیک انجام کی خبر دی گئی ہے۔ آمین۔